ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.02 (2025)

اصلاح معاشرہ میں مسجد کا کردار؛اسلامی تعلیمات کے تناظر میں تحقیقی جائزہ

The Role of the Mosque in Social Reform: An Analytical Study in the Light of Islamic Teachings

ڈاکٹر قاریہ نسرین اختر
اسسٹنٹ پروفیسر ،انسٹیٹیوٹ آف اسلامک سٹڈیز، بہاءالدین زکریایونیورسٹی ملتان
qarianasreen@bzu.edu.pk

Abstract
Individual and society are inseparable, just as individual becomes an unreal unit apart from society, similarly society cannot exist without individuals. In other words, the collective condition of individuals is called society. When many people join together to form a society, Islam has made congregational prayer mandatory for their reformation and purification. For which the establishment of a mosque is inevitable and this is the reason why when Islam created the first society, the population of mosques started with it. Mosques are the best part of the earth on the face of the earth. It is said Mosques are a great religious slogan and shining symbol in Islam. Mosques have been the center of development and guidance, propagation of Islam and national struggle since the first day. From here, the message of Islam is broadcast to the whole world. This is the source of the intellectual, cultural and spiritual forces of the Islamic nation. In the present era, social, moral, political and administrative corruption has become common in Muslim societies. But unfortunately mosques have also been affected by the national decline of Muslims. The mosque is becoming empty of its Shariah purposes and soul. It started when the Muslim's relationship with the mosque became weak. Which is also having a bad effect on the training and development of the Nation of Islam. Today, if we wish to reform the society and make it a cradle of peace and security, then we have to activate this fundamental role of the mosque. In this paper, it has been examined that what is the role of mosques in reforming society? And it is necessary to restore the real position and status of the mosques so that the Islamic nation becomes the cradle of peace and security.

***Key words**: Social reform, peace and security, Islamic nation, Islamic teachings*

حضرت آدم علیہ السلام کی جب دنیا میں تشریف آوری ہوئی تو حضرت آدم علیہ السلام کی خواہش ہوئی کہ ایسا گھر بنایا جائے جہاں سے تکبیر و تہلیل کی صدائیں بلند ہوں۔ رب کائنات نے ان کی پاکیزہ خواہش کو قبول کیا اور حضرت جبرائیلؑ کی رہبری سے پہلی مسجد حرام کی بنیاد رکھی گئی۔ اسلام میں مساجد کو عبادات، تعلیم، ثقافتی و تہذیبی لحاظ سے اہم مقام حاصل رہا۔ مسجد سے ہی اسلامی تعلیمات کا آغاز ہوا۔ جب حضور اکرم ﷺ نے ہجرت کی تو مدینہ کے باہر ایک مسجد تعمیر کی جو پہلی مسجد ہے اور پھر مدینہ میں دوسری مسجد (مسجد نبوی) بنائی۔ اسی مسجد میں دینی و دنیوی تعلیمات کا آغاز ہوا ار علم و عرفان، تہذیب، اتحاد، اجتماعیت و بھائی چارے کے جذبوں کو ترقی ملی اور معاشرہ دن بدن روشن ہوتا گیا۔ پھر ایک لافانی تہذیب کا وجود ہوا جس کے نقائش باقی دنیا تک رہیں گے۔

مساجد شروع ہی سے دینی ترقی، تبلیغ اسلام اور ملی سعی کا مرکز رہی ہیں۔ اسلام کا پیغام پوری دنیا میں یہاں سے ہی پہنچایا جاتا ہے۔ یہ اسلامی ملت کی فکری، ثقافتی اور روحانی طاقتوں کا سرچشمہ ہیں۔ اس سے مسلمانوں نے ماضی میں اسلامی اسباق سیکھے اور مستقبل میں بھی مساجد علم و ثقافت کے بڑے مراکز رہیں گی۔ لیکن بد قسمتی سے مسلمانوں کی قومی پستی سے مسجد پر بھی بڑا اثر ہوا ہے۔ دورِ جدید میں مسلم معاشروں کا سماجی، معاشی، اخلاقی، سیاسی اور انتظامی رویہ عام ہو گیا ہے۔ یہ تبھی شروع ہوا جب مسجد سے مسلمان کا رشتہ کمزور ہو گیا۔ اس سے ملت اسلامیہ کی تربیت اور نشوونما متاثر ہو رہی ہے۔ مساجد کا اصل مقام و مرتبہ بحال کرنا ضروری ہے۔ اگر ہم معاشرے کی خیر خواہی اور اصلاح چاہتے ہیں تو ہمیں مساجد کے اصولی و اساسی کردار کو بحال کرنا ہو گا۔

مبحث اول: مسجد: معنی، مفہوم، آغاز اور ارتقاء کا تاریخی و علمی جائزہ

1. مسجد کے معنی و مفہوم

""مسجد"" ایک عربی لفظ ہے جو ""سجدہ"" سے ماخوذ ہے۔ سجدہ کا مطلب ہے اللہ کے سامنے جھکنا یا عبادت کرنا۔ بعض لغت نگار کہتے ہیں کہ لفظ سجدہ متضاد ہے۔ اس کا مطلب سیدھا کھڑا ہونا بھی ہے۔ (1) لیکن سیدھا کھڑا ہونا تواضع اور احترام کے اظہار کی حالت ہے، اس لیے سجدے کو متضاد کہنا غلط ہے۔ عربی عبارت میں ایسی کوئی مثال نہیں ملتی جہاں سجدہ یا اس کے مشتقات کسی ایسے معنی کے لیے استعمال کیے گئے ہوں جو سجدہ کرنے والے کی فضیلت پر دلالت کرتا ہو۔ اسلامی اصطلاح میں زمین پر جھکنے کو سجدہ کہتے

[1] زین العابدین، سجاد میرٹھی، قاموس القرآن، دارالاشاعت مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی،فروری ۲۰۱۴ء، ص۲۷۴

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.02 (2025)

ہیں۔پیشانی رکھے بغیر اختیاری سجدہ اسلامی نہیں ہے، بلکہ ایک غیر ارادی سجدہ ہے، جسے امام راغب نے فتح کا سجدہ کہا ہے۔ زمین وآسمان اور پوری کائنات عاجزی کا اظہار کرتی ہے۔ یہ اس کا سجدہ ہے۔ مسجد وہ جگہ ہے جہاں مسلمان باجماعت نماز پڑھتے اور رب کریم کی عبادت میں مشغول رہتے ہیں۔ [1]

اس سے مراد وہی ہے جو مختلف آیات میں کائنات کے سجدے کے بارے میں بیان ہوئی ہے۔ عمومی طور پر یہی کہا جاتا ہے کہ مساجد سجدوں سے بھرا اعلیٰ گھر ہیں۔ ابن منظور [2] کے نزدیک بعض لوگ اسے مسجد بالکسر اور بعض اسے مسجد بالفتح پڑھتے ہیں۔ ابن عربی کی روایت کے مطابق مسجد بفتح الجیم کو محراب البیوت کے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے۔

قرآن کریم میں مسجد کی اصطلاح مسجد الحرام، مسجد الاقصی اور تمام مسلم عبادت گاہوں کے معانی میں بیان ہوئی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔ ﴿سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا۔ ۝ اِنَّہٗ ہُوَالسَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ﴾ [3]

”پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندہ (محمد ﷺ) کو شب کے وقت مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا، جس کے ارد گرد ہم نے برکتیں رکھی ہیں، تاکہ ہم اسے اپنی نشانیاں دکھائیں۔ بے شک وہ سب کچھ سننے والا اور دیکھنے والا ہے“۔

2. مسجد کا آغاز وارتقاء:

دینِ حق اور اللہ کا پسند کردہ دین اسلام ہے۔ نظام اسلام میں حیات انسانی کے وجود کا مقصد ہی عبادت ہے۔ جس کا قرآن کریم صراحت کرتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ۵۶﴾ [4]

”میں نے جن وانسان کو صرف اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں“۔

دنیا کے سارے مذاہب میں عبادت کا کوئی نہ کوئی طریقہ رائج ہے، اس کو بجالانے کے لئے مناسب مقام اور جگہوں کا اہتمام ہوتا ہے اور عبادت گاہیں تعمیر کی جاتی ہیں۔ مذہب کے روحانی نظام میں جتنی اہمیت طریقہ عبادت کو دی جاتی ہے اتنی ہی اہمیت عبادت گاہوں کو دی جاتی ہے۔ جن میں مراسم معبودیت انجام پاتے ہیں بھی ہندوؤں کے لئے مندر، مانویوں کے لئے خانقاہ، یہودیوں کے لئے بیعہ عیسائیوں کے لئے کلیسا سکھوں کے لئے کردار دانتہائی مقدس مقامات ہیں۔ قوموں کی مذہبی زندگی میں یہ مقدس مقامات اس قدر اہمیت رکھتے ہیں کہ ساری زندگی عبادت نہ بھی کریں تب بھی ان کے قلب سے عبادت گاہوں تقدس اور احرام نہیں مٹتا۔ نہ وہ اپنا نقصان قبول کرتے ہیں اور نہ ہی مساجد کی بے حرمتی کو برداشت کر سکتے ہیں۔ یہ بھی ایک فطری بات ہے۔

اسلام میں عبادت ایک وسیع اور جامع اصطلاح ہے جس کے معانی اللہ کی غیر مشروط اطاعت وبندگی کرنا ہے۔ عبادت کے اس طویل خیال نے مسجد کو بھی ایک جامعیت عطا کر دی ہے۔ اسلام کے معاشرہ میں مساجد کی اہمیت صرف اسی قدر نہیں ہے جس طرح دوسرے مذاہب میں ان کے معابد کی ہوتی ہے بلکہ ان مساجد کا پورے اسلامی معاشرہ سے گہرا ربط ہے مساجد اسلامی مذہب کا شعار ہی نہیں بلکہ حقیقتاً اسلامی تہذیب وتمدن کو تشہیر کرنے والی ہیں۔ اس طرح اسلامی معاشرہ میں مساجد کا مقام ٹھیک وہی ہے جو مقام نظام جسم میں دل کو حاصل ہے۔ مساجد کی اس اہمیت نے مسلمانوں کے دلوں میں مسجد کے احترام اور اس سے وابستگی کا جو جذبہ پیدا کر دیا ہے اس کی وضاحت یہیں سے ہوتی ہے کہ شاہ جہاں اپنے لال قلعہ کے سامنے ایک عالیشان جامع مسجد تعمیر کراتا ہے اور تعظیم مسجد کے جذبے سے مسجد کے زینہ کو اتنی بلندی پر تعمیر کراتا ہے کہ وہ اگر تخت پر بیٹھے تو تاج اس زینہ سے بلند نہ ہو۔

i. پہلا عبادت خانہ:

تاریخی اعتبار سے دیکھا جائے تو پہلا انسان اگر پہلا نبی ہے تو مسجد کا پہلا معمار بھی انسان ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کی جب دنیا میں تشریف آوری ہوئی تو حضرت آدمؑ کی خواہش ہوئی کہ ایسا گھر بنایا جائے جہاں سے تکبیر وتہلیل کی صدائیں بلند ہوں۔ رب کائنات نے ان کی پاکیزہ خواہش کو قبول کیا اور حضرت جبرائیلؑ کی رہبری سے پہلی مسجد حرام کی بنیاد رکھی گئی۔ شاہ عبدالعزیز نے لکھا ہے کہ خانہ کعبہ کی بنیاد پہلے حضرت آدمؑ نے رکھی تھی۔ جس کے آثار طوفان نوح میں مٹ گئے۔ بہر حال یہ تو مسلم ہے کہ دنیا کی پہلی عبادت گاہ خانہ کعبہ ہے جو زمین کی تمام مسجدوں کا قبلہ اور سمت ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

---

[1] نعمانی، مولانا محمد عبدالرشید، لغات القرآن، عمر فاروق اکیڈمی اردو بازار لاہور، ۲۰۱۲ء، ج۵،ص۳۶۵
[2] ابن منظور، محمد بن مکرم بن علی، لسان العرب، نشر ادب الحوزۃ،۱۴۰۵ھ، ، ج۳،ص۲۰۴
[3] الاسراء،۱۷: ۱
[4] الذاریات، ۵۱: ۵۶

﴿اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّةَ مُبٰرَکًا وَّھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ۹۶﴾[1]

”درحقیقت سب سے پہلا گھر جو بنی نوع انسان کے لیے قائم کیا گیا وہی ہے جو مکہ میں ہے جو تمام جہانوں کے لیے بابرکت اور ہدایت ہے“۔

ii. عہد نبویﷺ کی پہلی مسجد:

نبوت کا سلسلہ جس کا آغاز ابوالبشر حضرت آدمؑ سے ہوا اور سید البشر خاتم النبیین حضورﷺ پر ختم ہو گیا۔ آپﷺ پر دین کی تکمیل اور ختم نبوت کا اعلان ہوا۔

﴿اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا﴾[2]

”آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا، تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو بطور دین پسند کیا“۔

بیت اللہ تمام عربوں کے لیے ایک مقدس جگہ تھی، خواہ وہ کافر ہوں یا موحد۔ اسلام نازل ہونے کے بعد مسلمانوں نے بیت اللہ کی اس حیثیت کو قائم رکھا اور جیسے ہی موقع ملا وہاں عبادت بھی کی۔ جب حضور اکرمﷺ نے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی تو بیت اللہ کی طرف دیکھا اور فرمایا: رب کریم کی قسم یہ میرے اور میرے رب کے نزدیک سب سے پسندیدہ اور محبوب جگہ ہے اگر میں مجبور نہ کیا جاتا تو تمہیں کبھی نہ چھوڑتا۔[3]

اس لیے یہ فطری بات تھی کہ مسلمان اس جگہ کو عبادت کے لیے تعبیر کریں۔ چنانچہ رسول اللہﷺ نے مدینہ جاتے وقت مدینہ سے باہر مسجد قبا کو بنایا جو اسلام کی سب سے پہلی مسجد تھی۔ جب نبی کریمﷺ نے مسجد نبوی کی بنیاد رکھی تو وہاں مسلمانوں کو دین اور دنیا کی چیزوں کو سکھانے کا آغاز کیا۔ اسلام میں مسجد کی بڑی اہمیت ہے۔ مکہ میں نبوت کے بارہویں سال اگرچہ نماز فرض تھی لیکن مسلم عسکری قوت کی کمزوری تھی۔ جس کی وجہ سے مکی دور میں کوئی باقاعدہ مسجد نہیں ملتی۔ مثلاً دار ارقم جو کہ حضور کی ابتدائی پناہ گاہ تھی۔ یہ گھر مسجد کے طور پر استعمال ہوتا تھا اور یہ جگہ تعلیم و تربیت کا مرکز اور رشد و ہدایت کا مدرسہ بھی تھی۔ اسی طرح حضرت صدیق اکبرؓ نے اپنے گھر کے سامنے چبوترہ بنوایا۔ جہاں وہ نماز پڑھتے اور اونچی آواز میں کلام پاک کی تلاوت بھی کیا کرتے تھے۔ مسجد کی صحیح اور مکمل شناخت اس مدنی دور میں ممکن ہوئی جب نبی کریمﷺ کی مدینہ تشریف آوری ہوئی تو حضورﷺ نے چودہ دن یا اس کے آس پاس مدینہ کے کسی قریبی مقام پر رہائش کی اور وہاں مسجد بنائی۔ یہ پہلی اسلامی مسجد تھی جو رسمی طور پر بنائی گئی۔[4]

مبحث دوم: مسجد کی اہمیت، تقدس اور اسلامی آداب: تعلیماتِ نبویﷺ کی روشنی میں

1. مسجد کی اہمیت

اسلامی معاشرہ میں مسجد تمدنی مرکز کی حیثیت رکھتی ہے اور اس کی اس اہمیت میں بیت اللہ کو بڑا دخل ہے جیسے قرآن پاک نے اولین معبد قرار دیا ہے:

﴿اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّةَ مُبٰرَکًا وَّھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ﴾[5]،

’درحقیقت سب سے پہلا گھر جو بنی نوع انسان کے لیے قائم کیا گیا وہی ہے جو مکہ میں ہے جو تمام جہانوں کے لیے بابرکت اور ہدایت ہے“۔

حضور اکرمﷺ کے دور میں مسجد کی بڑی اہمیت تھی۔ مکہ میں مسلمانوں کا واسطہ مسجد حرام سے تھا۔ وہاں کفار کی تعداد زیادہ ہونے کی وجہ سے عبادت نہ کر سکتے تھے، اس لیے انہوں نے عبادت کے لیے مختلف مقام چنے۔ اگرچہ حضور اکرمﷺ کا ارشاد ہے:

[وَجُعِلَتْ لِي الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُورًا][6]

”میرے لیے زمین مسجد اور طاہر بنائی گئی“۔

---

[1] ال عمران،۳: ۹۶
[2] المائدہ،۵: ۳
[3] ابن ہشام، ابومحمد عبدالملک(م ۲۱۳ھ)،سیرت النبی□، شیخ غلام علی اینڈ سنز لمیٹڈ پبلشرز لاہور، ۲۰۱۱ء، ص۵۴۴
[4] قادری، سید شمیم حسین، جسٹس، اسلامی ریاست، شعبہ مطبوعات علماءاکیڈمی محکمہ اوقاف پنجاب بادشاہی مسجد لاہور، ۲۰۱۴ء، ص۲۹
[5] ال عمران،۳: ۹۶
[6] النسائی، احمد بن شعیب(م۳۰۳ھ)، سنن نسائی،کتاب الغسل والتیمم، باب التیمم بالصعید،رقم الحدیث: ۴۳۲

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.02 (2025)

لیکن نظم اجتماعی کے لیے ایک مرکز ہونا ضروری ہے اسی لیے نبی ﷺ کی جب مدینہ منورہ تشریف آوری ہوئی تو سب سے پہلے مسجد ہی بنائی۔جب مسجد نبوی کے لیے جگہ خریدی گئی تو آپ اپنے رفقاء سمیت اس کی تعمیر میں مصروف ہو گئے۔ حضور ﷺ کے اس طرز عمل کے نتیجے میں امت مسلمہ کے ہاں مسجد کو بڑی اہمیت حاصل ہو گئی۔ مسلمان جہاں جہاں بھی گئے انہوں نے سب سے پہلے مسجدیں بنائیں۔بصرہ، کوفہ اور فسطاط بطور مثال پیش کئے جا سکتے ہیں۔

مسجد کی تعمیر اسلام کی نظر میں بہت اہم کام ہے۔ مسجد کے بانی کے لیے یہ بہت خوش قسمتی ہے کہ رب کریم کے برگزیدہ نبی ﷺ نے اپنی نازل شدہ زبان سے انہیں جنت کی بشارت دی اور بدلے میں رب کریم انہیں جنت میں ایک گھر عطا فرمائے۔ دلیل اس کی رضا اور اطمینان کی ہے۔ مرد مومن کو اس کی رضا کے علاوہ کچھ بھی نہیں چاہیئے۔ مثال کے طور پر اس سے مراد بالکل یہ نہیں کہ جنت کا گھر دنیاوی گھر جیسا ہو جو سیمنٹ، چونے وغیرہ سے بنا ہو،اس طرح کا خیال کرنا بے حیائی اور گستاخی ہے۔ انسان کی بنائی ہوئی مسجد اور رب کریم کے بنائے ہوئے جنتی گھر میں بحیثیت صفت اور خوبصورتی کا فرق ہو گا۔ ایسے جیسے رب کریم اور بندوں کی صفات میں فرق ہوتا ہے۔[1]

قرآن کریم میں مسجد بارے بہت سی آیات ہیں جن کا ذکر مندرجہ ذیل ہے:

﴿قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا ۚ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ﴾[2] ''اے حبیب، ہم آپ کو بار بار آسمان کی طرف دیکھنا دیکھتے ہیں، عنقریب ہم آپ کو اس قبلہ کی طرف موڑ دیں گے جو آپ پسند کرتے ہیں، لہٰذا آپ اپنا رخ مسجد الحرام کی طرف موڑ لیں، اور آپ جہاں کہیں بھی ہوں اس کی طرف منہ کر لیں''۔﴿وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ ۙ فِي الْمَسٰجِدِ﴾[3] ''اور خبردار مساجد میں اعتکاف کے دوران عورتوں سے مباشرت نہ کریں''۔ ﴿وَلَا تُقٰتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى يُقٰتِلُوْكُمْ فِيْهِ ۚ﴾[4] ''اور ان سے مسجد حرام میں لڑائی نہ کرو جب تک کہ وہ وہاں تم سے لڑائی نہ کریں''۔﴿وَمَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا كَانُوْٓا اَوْلِيَآءَهٗ ۚ اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ﴾[5] ''اور ان کو کیا ہو گیا ہے کہ رب تعالیٰ ان کو عذاب نہ دے جبکہ وہ لوگوں کو مسجد حرام سے روکتے ہیں اور اس کے محافظ نہیں نہیں ہیں؟اس کے محافظ صرف متقی اور پرہیزگار ہیں لیکن ان میں سے اکثر اس سے بے خبر ہیں''۔﴿مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ ۚ اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ۚ وَفِي النَّارِ هُمْ خٰلِدُوْنَ﴾[6] ''مشرکین کے لیے یہ کام نہیں کہ وہ رب کائنات کی مساجد بنائیں جب کہ کہ وہ خود اپنے کفر کے گواہ ہیں، ان کے اعمال رائیگاں گئے اور وہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔''اس میں مسجد الحرام اور دیگر مساجد کو باطل عبادات سے پاک کرنے اور درست اور قابل قبول طریقے سے عبادت کرنے کی ہدایات ہیں۔[7]

فتح مکہ کے بعد حضور اکرم ﷺ نے بیت اللہ اور مسجد حرام سے وہ سارے بت ہٹا دیئے جن کی پرستش مشرک کرتے تھے۔اس طرح حتمی طور پر تو مسجد حرام بتوں سے صاف و پاک ہو گئی لیکن نبی کریم ﷺ نے اپنے قدیم دشمنوں پر غالب آنے کے بعد سب کو معافی اور امان دے دیا تھا اور وہ مشرکین اب بھی بیت اللہ اور حرم محترم میں عبادت و طواف وغیرہ غلط طریقے سے کیا کرتے تھے۔اب ضرورت اس امر کی تھی کہ جس طرح مسجد حرام کو بتوں سے پاک کیا گیا تھا اسی طرح اس مقدس سرزمین کو بھی بت پرستی اور اس کی باطل شکلوں سے پاک کیا جانا تھا۔ اسلام میں اس کی ممانعت ہونی چاہیے۔اس لیے ایسے احکامات فوری طور پر نہیں دیے گئے تھے بلکہ فتح مکہ کے بعد منیٰ اور عرفات کے جلسہ عام میں حضور اکرم ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت علی المرتضیٰؓ کے ذریعے اعلان فرمایا کہ آئندہ حرم میں مشرکانہ عبادت، حج اور طواف وغیرہ کی اجازت نہیں ہو گی۔[8] حضور اکرم ﷺ کا فرمان پاک ہے: جب تم کسی ایسے بندے کو دیکھو جو مسجد میں حاضر ہوتا ہو تو وہ اپنے ایمان کی گواہی دے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:﴿اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ﴾[9] ''رب کریم کی مساجد صرف وہی آباد کر سکتے ہیں جو رب کریم پر ایمان لاتے ہیں''۔ پھر ارشاد

---

[1] ظفیر الدین، مولانا، اسلام کا نظام مساجد، دارالاشاعت کراچی، ۱۹۷۵ء، ص ۵۳
[2] البقرہ، ۲: ۱۴۴
[3] البقرہ، ۲: ۱۸۷
[4] البقرہ،۲: ۱۹۱
[5] الانفال،۸: ۳۴
[6] التوبہ،۹: ۱۷
[7] ظفیر الدین، مولانا، اسلام کا نظام مساجد، ص ۹۵
[8] محمد شفیع، مفتی، معارف القرآن، مکتبہ معارف القرآن کراچی،۱۹۸۳ء، ج۴،ص۳۳۰
[9] التوبہ،۹: ۱۸

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.02 (2025)

ہوتا ہے۔﴿فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ ۙ يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ﴾ [1] ''اللہ کا یہ نوران گھروں (مسجدوں اور مراکز) میں موجود ہے جن کی عزت اور مرتبے بلند ہیں اور جن میں رب کریم کا نام لیا جاتا ہے، یہ وہ گھر ہیں جن میں اللہ والے صبح وشام اس کی تسبیح کرتے ہیں''۔

مسجد کی اہمیت کے پیش نظر رسول اللہ ﷺ نے مسجد بنانے، مسجد میں بیٹھنے اور آنے کے بڑے فضائل فرمائے ہیں بلکہ معاشرت اسلام مسجد کو قدر واحترام کے اعلیٰ مقام سے نوازا گیا ہے۔ حدیث میں حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:[عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ:" مَنْ غَدَا إِلَى الْمَسْجِدِ وَرَاحَ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُ نُزُلَهُ مِنَ الْجَنَّةِ كُلَّمَا غَدَا أَوْ رَاحَ"] [2] ''حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو بندہ دن کے پہلے حصے میں یا آخری حصے میں مسجد جاتا ہے رب کریم اس بندے کی جنت الفردوس میں مہمان نوازی فرمائے گا خواہ وہ صبح کو جائے یا شام کو''۔ دوسری حدیث میں آیا ہے کہ:[عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: " أَحَبُّ البِلَادِ إِلَى اللَّهِ، مَسَاجِدُهَا، وَأَبْغَضُ البِلَادِ إِلَى اللَّهِ، أَسْوَاقُهَا"] [3] ''ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں، نبی کریم ﷺ کا فرمان پاک ہے کہ رب کریم کے قریب زیادہ پسندیدہ جگہ مسجدیں ہیں اور بری جگہ بازار ہیں''۔ شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں: اقول هذا اشارة الى ان كل غدوة وروحه تمكن من انقياد ابهيمية للملكية۔ [4] ''اس قول پر اشارہ کیا گیا ہے کہ صبح وشام جانا بہمیت کو ملکیت کے ماتحت ہونا ہے''۔ حدیث کا مفہوم یہی ہے کہ انسان صبح وشام جس وقت بھی اللہ تعالیٰ کے گھر حاضری دیتا ہے اور دن میں کئی بار اللہ تعالیٰ اسے اپنے پیارے بندوں کی نظروں سے دیکھتا ہے۔ جنت میں مہمان کی طرح سلوک کیا جاتا ہے۔ وہاں پہنچنے والے کے سامنے جو ہونے والا ہے اس کا خاص سامان تیار کرتا ہے اور ظاہر ہے کہ رب کی جنت کی مہمان نوازی کا کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا۔ کنزالعمال میں ایک حدیث کے الفاظ نقل کئے گئے ہیں۔[المساجد بيوت الله والمومنون زوار الله وحق اعلىٰ المزوران يكرم زائره] [5] ''مساجد اللہ کے گھر ہیں اور ان پر حاضری دینے والے اللہ کے مومنین کے زائرین (اور مہمان) ہیں اور جو بھی آئے گا۔ ان سے ملنے کے لیے اسے آنے والے مہمان کا احترام کرنے اور ان کا خیال رکھنے کا حق ہے''۔ حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے:

[قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَيُّ مَسْجِدٍ وُضِعَ فِي الْأَرْضِ أَوَّلَ؟ قَالَ:" الْمَسْجِدُ الْحَرَامُ، قَالَ: قُلْتُ: ثُمَّ أَيٌّ، قَالَ: الْمَسْجِدُ الْأَقْصَى، قُلْتُ: كَمْ كَانَ بَيْنَهُمَا، قَالَ: أَرْبَعُونَ سَنَةً ثُمَّ أَيْنَمَا أَدْرَكَتْكَ الصَّلَاةُ بَعْدُ فَصَلِّهْ فَإِنَّ الْفَضْلَ فِيهِ."] [6]

''میں نے عرض کیا یا نبی کریم ﷺ! زمین میں سب سے پہلی مسجد کون سی تعمیر کی گئی ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا مسجد الحرام، میں نے کہا پھر کون سی؟ حضور ﷺ نے فرمایا پھر مسجد اقصیٰ، میں نے پوچھا ان دونوں مسجدوں کے بننے میں کتنا زمانہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا چالیس برس کا اور تجھ کو تو جہاں وقتِ نماز آجائے وہاں پر پڑھ لے، نماز پڑھنا بڑی فضیلت ہے''۔

ان آیات واحادیث میں مسجدوں کی فضیلت اور اہمیت بیان کی گی ہے اور مسجد حرام، مسجد اقصیٰ اور مسجد نبوی کے متعلق خصوصی طور پر یہاں بیان ہوا اور بتایا گیا ہے کہ حضور ﷺ کو مسجد سے کس قدر تعلق تھا۔ گویا حضور ﷺ کسی صورت مسجد سے دوری پسند نہیں کرتے تھے۔ مسجد کی اہمیت اور فضیلت کے متعلق کچھ ارشادات ان آداب میں بھی ملتے ہیں جو آپ نے مسجد کے ضمن میں بیان فرمائے ہیں۔

2. مسجد کا احترام:

مسجد ابتداء سے ایک قابل احترام جگہ بن گئی تھی اور اس کے تقدس کو برقرار رکھنے کے لیے نبی کریم ﷺ نے خصوصی ہدایات فرمائیں۔ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کا مقالہ نگار کہتا ہے: ''آغاز میں مسجد مسلمانوں ے ہاں عبادت گاہ کی حیثیت رکھتی تھی اور اس کے تقدس کا تصور دوسری تیسری صدی کی پیداوار ہے۔ جب کہ مسلمانوں کو یہودیوں اور عیسائیوں سے قریبی ربط ہوا۔ مسلمانوں نے دیکھا کہ اہل کتاب اپنی عبادت گاہوں کا کس قدر احترام کرتے ہیں اہل کتاب کے اس روے ے نے مسلمانوں کے اندر احترام مسجد کے جذبات پیدا کئے''۔ [7] مسجد کے احترام کے پیش نظر آپ ﷺ نے فرمایا:[عَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْأَسْقَعِ ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

---

1 النور،۲۴: ۳۶
2 بخاری، ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل (م۲۵۶ھ)، صحیح بخاری، کتاب الاذان،باب فضل من غدا إلی المسجد ومن راح، رقم الحدیث: ۶۶۲
3 قشیری، مسلم بن حجاج (م ۲۶۱ھ)، صحیح مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، باب فضل الجلوس فی مصلاہ بعدالصبح وفضل المساجد، رقم الحدیث: ۱۵۲۸
4 دہلوی، شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغہ، فرید بک سٹال اردو بازار لاہور، ص۴۷۹
5 الہندی، علی متقی بن حسام، کنز اعمال ، موسسہ الرسالۃ بیروت، ۱۹۸۵ء، ج۱،ص۱۲۴
6 بخاری، ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل (م۲۵۶ھ)، صحیح بخاری، کتاب الاحادیث الانبیاء،باب کا نام نہیں، رقم الحدیث: ۳۳۶۶
7 The Encyclopaedia of Islam the international Union of acadmies New York, 1993

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR

CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW

Vol.03 No.02 (2025)

قَالَ:" جَنِّبُوا مَسَاجِدَكُمْ صِبْيَانَكُمْ، وَمَجَانِينَكُمْ][1] واثلہ بن الاسقعؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اپنی مساجد کو چھوٹے بچوں اور دیوانوں سے دور رکھو (ان کو مساجد کی طرف بھٹکنے نہ دو)۔

فقہاء کے نزدیک مسجد میں نماز جنازہ مکروہ ہے اس طرح بعض مخصوص حالات میں عورتوں کو مسجد میں داخل ہونے کی اجازت نہیں۔ حضور ﷺ کے عہد میں تو لوگ مسجد میں سوتے تھے لیکن یہ تو ضرورت کے تحت تھا۔ یوں مسجد کو آرام گاہ بنالینا درست نہیں ہے۔ مقام و مرتبہ کے اعتبار سے مساجد میں کچھ تفاوت ہے۔ مثلاً مسجد حرام، مسجد اقصیٰ اور مسجد نبوی بنیادی اہمیت کی حامل ہیں۔ پھر مسجد قبا کو پھر اس کے بعد جامع مسجد کو، پھر محلہ کی مسجد کو اس کے بعد مسجد البیت کو۔ حضور اکرم ﷺ نے مساجد کی اہمیت پر بہت زور دیا۔ خانہ کعبہ کے بعد دوسری تمام مساجد کو بھی ''اللہ کا گھر'' اور امت مسلمہ کا دینی مرکز بنایا۔ رب کریم کی بارگاہ میں اس کی نعمتوں اور اس کی عظمت و محبت کو بیان کرکے مسلمانوں کو اس چیز پر آمادہ کیا کہ ان کے جسم وقت خواہ کچھ بھی ہو لیکن ان کے دل اور ان کی روحیں ہمیشہ مسجد کی طرف رہیں، اس کے ساتھ آپ نے مساجد کے حقوق اور آداب بھی سکھائے۔

3. مسجد کی صفائی کرنا:

مسجد چونکہ اللہ تعالیٰ کا گھر ہے جس طرح انسان اپنے گھر اور اپنے آپ کو صاف رکھنا چاہتا ہے اس طرح ضروری ہے کہ رب کریم کے گھر یعنی مسجد کو ہر طرح کی آلائشوں سے پاک رکھے۔ مسجد کی صفائی کے فضائل حدیثوں میں بے شمار ہیں۔ چنانچہ ارشاد نبوی ﷺ ہے۔ [عن ابي هريرة، ان رجلا اسود او امراة سوداء كان يقم المسجد فمات، فسال النبي صلى الله عليه وسلم عنه، فقالوا: مات، قال:" افلا كنتم آذنتموني به، دلوني على قبره او قال قبرها، فاتى قبرها فصلى عليها."][2]''ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک حبشی مرد یا عورت مسجد نبوی کی صفائی کیا کرتی تھی۔ ایک دن اس کا انتقال ہو گیا تو حضور ﷺ نے اس کے بارے میں پوچھا۔ لوگوں نے کہا کہ وہ تو وفات پا گئی ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے اس پر فرمایا کہ تم نے مجھے کیوں نہ بتایا، پھر حضور ﷺ قبر پر تشریف لائے اور اس پر نماز پڑھی''۔ اس حدیث سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ مسجد میں جھاڑو دینے کی بدولت ایک غریب گمنام حبشن کی جس کی مسکنت و گمنامی کے سبب اس کی وفات کی بھی اطلاع حضور ﷺ کو بتائی نہیں گئی اور حضور ﷺ نے کتنی بڑی قدر فرمائی کہ اس کی وفات کی خبر نہ دینے کی شکایت بھی فرمائی۔ پھر قبر پر تشریف لے گئے اس پر جنازہ کی نماز پڑھی۔ پھر حضور ﷺ کے پوچھنے پر خود انہوں نے اس عمل کی کتنی فضیلت بیان کی۔ افسوس اب مسجد میں جھاڑو دینے کو لوگ عیب اور ذلت سمجھتے ہیں۔

4. مسجد میں تھوکنے کی ممانعت:

مسجد کے احترام اور صفائی کے پیش نظر یہ ضروری ہے کہ مسجد سے گندگی کو دور کیا جائے اور اس لیے مسجد میں تھوکنے کو گناہ قرار دیا ہے۔ اس سلسلے میں حضور ﷺ کے ارشادات کو مد نظر رکھنا چاہیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا

> :[عَنْ أَنَسٍ، أَنّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى نُخَامَةً فِي الْقِبْلَةِ، فَشَقَّ ذَلِكَ عَلَيْهِ حَتَّى رُئِيَ فِي وَجْهِهِ، فَقَامَ فَحَكَّهُ بِيَدِهِ، فَقَالَ:" إِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا قَامَ فِي صَلَاتِهِ فَإِنَّهُ يُنَاجِي رَبَّهُ أَوْ إِنَّ رَبَّهُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ، فَلَا يَبْزُقَنَّ أَحَدُكُمْ قِبَلَ قِبْلَتِهِ، وَلَكِنْ عَنْ يَسَارِهِ أَوْ تَحْتَ قَدَمَيْهِ، ثُمَّ أَخَذَ طَرَفَ رِدَائِهِ فَبَصَقَ فِيهِ، ثُمَّ رَدَّ بَعْضَهُ عَلَى بَعْضٍ، فَقَالَ: أَوْ يَفْعَلُ هَكَذَا"][3]
>
> ''حضرت انس بن مالکؓ کا بیان ہے کہ حضور ﷺ نے قبلہ کی طرف بلغم (دیوار پر) دیکھا جس سے آپ کو ناگوار گزرا اور یہ بیزاری رسول اللہ ﷺ کے چہرہ مبارک پر واضح تھی۔ پھر آپ ﷺ اٹھے اور اسے اپنے ہاتھ سے کھرچتے ہوئے فرمایا: جب بندہ نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو گویا اپنے رب سے سرگوشی کر رہا ہے، یا فرمایا: اس کا رب اس کے اور قبلہ کے درمیان ہے۔ لہٰذا کوئی شخص قبلہ کی طرف (نماز میں) نہ تھوکے۔ تاہم، وہ بائیں طرف یا پاؤں کے نیچے تھوک سکتا ہے۔" پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنی چادر کا کنارہ لیا، اس پر تھوکا، پھر اسے الٹا کر دیا اور فرمایا: ایسا کرو''۔ ایک اور حدیث میں [أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عليه وسلَّمَ رَأَى بُصَاقًا فِي جِدَارِ القِبْلَةِ فَحَكَّهُ، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى

---

[1] ابن ماجہ، ابو عبداللہ محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، کتاب المساجد والجماعات، باب مایکرہ فی المساجد، رقم الحدیث: ۷۵۰

[2] بخاری، ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل(م ۲۵۶ھ)، صحیح بخاری، کتاب الصلاۃ،باب کنس المسجد والتقاط الخرق والقذی والعیدان، رقم ا لحدیث: ۴۵۸

[3] بخاری، ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل(م ۲۵۶ھ)، صحیح بخاری، کتاب الصلوٰۃ، باب حک البزاق بلید من المسجد، رقم الحدیث: ۴۰۵

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.02 (2025)

النَّاسِ فَقَالَ: إِذَا كانَ أحَدُكُمْ يُصَلِّي فلا يَبْصُقْ قِبَلَ وجْهِهِ، فإنَّ اللَّهَ قِبَلَ وجْهِهِ إذَا صَلَّى.][1] ''عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے قبلہ کی دیوار پر تھوک کو لگا ہوا دیکھا، تو آپ ﷺ نے اسے کھرچ دیا، پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو اپنے سامنے تھوکنے سے گریز کرے، کیونکہ جب وہ نماز پڑھتا ہے تو رب کائنات اس کے سامنے ہوتا ہے''۔

5. مسجد میں تھوکنے کا کفارہ:

آنحضور ﷺ کے فرمان کے مطابق مسجد میں تھوکنا گناہ ہے کیونکہ مسجد ایک پاک جگہ اس میں گندگی پیدا کرنا گناہ ہے لیکن اگر کوئی تھوک دے تو پھر اس کا کفارہ ادا کرنا پڑے گا اس کو زمین میں گاڑھ دینا کفارہ ہے تاکہ گندگی نمایاں نہ ہو۔[عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " الْبُزَاقُ فِي الْمَسْجِدِ خَطِيئَةٌ، وَكَفَّارَتُهَا دَفْنُهَا."][2] ''انس بن مالک بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا مسجد کے اندر تھوکنا گناہ ہے اور اسے گاڑھ دینا اس کا کفارہ ہے''۔

6. بدبودار چیز کھاکر مسجد میں آنے کی ممانعت:

مسجد میں کوئی بدبودار چیز کھاکر آنا منع کیا گیا۔ حدیث مبارکہ میں ہے کہ :[عَنِ ابْنِ عُمَرَ ، أَنّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: " مَنْ أَكَلَ مِنْ هَذِهِ الْبَقْلَةِ، فَلَا يَقْرَبَنَّ مَسَاجِدَنَا، حَتَّى يَذْهَبَ رِيحُهَا، يَعْنِي الثُّومَ."][3] ''حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص اس سبزی میں سے کوئی چیز کھائے وہ مسجد کے قریب بھی نہ جائے یہاں تک کہ اس کی بدبو ختم ہو جائے۔'' اس کا مطلب لہسن تھا۔

مبحث سوم: مسجد میں آداب وممنوعات: اسلامی فقہی و تربیتی اصولوں کا تحقیقی جائزہ

1. مسجد میں داخل ہونے کے آداب:

مسجد میں داخل ہوتے وقت اس کے احترام کا خیال رکھنا چاہیے اس بارے میں حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں:[كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ التَّيَمُّنَ مَا اسْتَطَاعَ فِي شَأْنِهِ كُلِّهِ فِي طُهُورِهِ وَتَرَجُّلِهِ وَتَنَعُّلِهِ .][4] '' آنحضرت ﷺ ہر کام حتی الامکان دائیں جانب سے شروع کرتے جیسا کہ طہارت میں، کنگھی کرنے میں، جوتے پہننے میں''۔ ایک اور حدیث میں حضرت عبداللہ بن عمر بن عاص کا بیان ہے۔[عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،" أَنَّهُ كَانَ إِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ، قَالَ: أَعُوذُ بِاللَّهِ الْعَظِيمِ وَبِوَجْهِهِ الْكَرِيمِ وَسُلْطَانِهِ الْقَدِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ"، قَالَ: أَقَطُّ؟ قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: فَإِذَا قَالَ ذَلِكَ، قَالَ الشَّيْطَانُ: حُفِظَ مِنِّي سَائِرَ الْيَوْمِ][5] ''جب نبی کریم ﷺ مسجد میں داخل ہوتے تو کہتے: میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں جو سب سے بلند ہے اور اس کی ابدی بادشاہی کی شیطان مردود سے''۔ عقبہ نے کہا: کیا یہ سب ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا: ہاں، جب کوئی شخص مسجد میں داخل ہوتے وقت یہ کہتا ہے تو شیطان کہتا ہے: اب وہ دن بھر کے لیے میرے شر سے محفوظ ہے۔

2. مسجد میں آواز بلند کرنے کی ممانعت:

مسجد کے احترام کا تقاضا یہ ہے کہ مسجد میں خاموشی اختیار کی جائے اور آواز کو پست رکھا جائے حدیث شریف میں مسجد میں آواز بلند کرنے کی ممانعت کا ذکر ہے۔[عن السائب بن يزيد، قال: كنت قائما في المسجد فحصبني رجل فنظرت، فإذا عمر بن الخطاب، فقال: اذهب فاتني بهذين، فجئته بهما، قال: من انتما او من اين انتما؟ قالا: من اهل الطائف، قال:" لو كنتما من اهل البلد لاوجعتكما ترفعان اصواتكما في مسجد رسول الله ﷺ."][6] ''سائب بن یزید کہتے ہیں کہ میں مسجد نبوی میں کھڑا تھا کہ کسی نے مجھ پر کنکری پھینکی، میں نے نظر اٹھاکر دیکھا تو عمر بن خطابؓ سامنے تھے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ان دو لوگوں کو میرے پاس بلاؤ میں انہیں بلا کر لایا تو ان سے پوچھا کہ تم کس قبیلے سے تعلق رکھتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہم طائف کے رہنے والے ہیں تو آپؓ نے فرمایا کہ اگر تم مدینہ والے ہوتے تو میں تمہیں سزا دیے بغیر نہ جانے دیتا۔ تم نبی کریم ﷺ کی مسجد میں آواز بلند کر رہے ہو؟''

---

[1] بخاری، ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل(م ۲۵۶ھ)، صحیح بخاری، کتاب الصلوٰۃ، باب حک البزاق بلید من المسجد، رقم الحدیث: ۴۰۶
[2] قشیری، مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، کتاب المساجدومواضع الصلاۃ، باب نہی عن البصاق فی المسجد فی الصلاۃ وغیرھا، رقم الحدیث: ۱۲۳۱
[3] قشیری، مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، کتاب المساجدومواضع الصلاۃ، باب نہی من اکل ثوماو بصلاوکراثااونحوھا عن حضور المسجد، رقم الحدیث: ۱۲۴۹
[4] بخاری، ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل(م ۲۵۶ھ)، صحیح بخاری، کتاب الصلوٰۃ، باب التیمن فی دخوال المسجد وغیرھا، رقم الحدیث: ۴۲۶
[5] ابوداؤد،سلیمان بن اشعث، سنن ابوداؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب فیما یقولہ الرجل عنددخولہ المسجد،رقم الحدیث: ۴۶۶
[6] بخاری، ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل(م ۲۵۶ھ)، صحیح بخاری، کتاب الصلوٰۃ، باب رفع الصوت فی المسجد، رقم الحدیث: ۴۷۰

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.02 (2025)

3. مسجد میں دنیا کی باتیں کرنا:

مسجد چونکہ رب کریم کا گھر ہے،ادب کا تقاضا یہی ہے کہ اس میں ایسی باتیں نہ کہی جائیں جن کا اللہ اور دین کی رضا حاصل کرنے سے کوئی تعلق نہ ہو۔ مسجد دربارِ الٰہی اور جلوہ گاہ رحمت ہے اس میں دنیا کی باتیں کرنا، شور مچانا، مذاق کرنا اور دنیا کے حالات پر تبصرہ کرنا انتہائی نامناسب نازیبا اور مذموم ہے۔ مگر صد افسوس کہ آج کل لوگ اس پر جلال دربار کی عظمت سے غافل ہیں۔ اس میں مجلس آرائی اور شوروغل اور دنیا کی باتیں اس قدر کی جاتیں ہیں کہ دنیا کی مہذب چوپالوں اور نشت گاہوں میں اس قدر نہیں ہوتیں اللہ کی پناہ؟ یہ اس قدر اہم مسئلہ ہے کہ قرآن نے اسے اپنے معجزانہ پیرانہ میں بیان کیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔﴿وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا﴾[1] ''اور یہ عبادت گاہیں رب کریم کی ہی ہیں تو رب کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرو''۔

4. جوتے پہن کر نماز پڑھنا:

سعید بن یزید فرماتے ہیں: [عن سعید بن یزید ، قال: قلت لانس بن مالك "اكان رسول الله ﷺ، یصلي في النعلین؟ قال: نعم] [2] ''انس بن مالکؓ سے پوچھا گیا کیا حضور اکرم ﷺ جوتیاں پہن کر نماز پڑھتے تھے تو آپؓ نے کہا ہاں''۔ اس حدیث سے یہ واضح نہیں ہے کہ جوتے جیسے بھی ہوں پہن کر مسجد میں چلے جائیں۔ مسجد میں جوتا پہن کر داخل ہونا جس سے تلویث مسجد کا اندیشہ ہو جائز نہیں لیکن جوتوں کا صاف ہونا ذرا ناممکن ہی ہے کیونکہ باہر سے گندگی جوتوں کے ساتھ آتی ہے اس لیے آج کل جوتا پہن کر نماز پڑھنا بے ادبی ہے۔

5. قبر پر مسجد بنانے کی کراہت:

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے قبر کی زیارت کرنے والی خواتین، قبروں پر مساجد بنانے اور دیئے جلانے والوں پر لعنت بھیجی ہے۔[3]

6. مسجد میں دستکاری کی ممانعت:

مسجد میں بیع وشرا اور شعروشاعری کی نسی کے متعلق احادیث نبوی ﷺ مذکور ہیں اسی طرح دستکاری بھی مسجد میں ممنوع ہے چنانچہ ابن ابی عدی نے علی ابن ابی طالب کی روایت بیان کرتے ہیں: ''حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے امیر المومنین حضرت عثمانؓ کے ہمراہ نمازِ عصر ادا کی کی انہوں نے مسجد کے ایک گوشہ میں ایک درزی دیکھا تو اس کو نکل جانے کا حکم دیا۔ کسی نے کہا اے امیر المومنین یہ شخص مسجد میں جھاڑو دیتا ہے اور دروازے بند کرتا ہے اور پانی چھڑکتا ہے۔ حضرت عثمانؓ نے یہ سن کر جواب دیا کہ آنحضور ﷺ فرماتے تھے کہ صنعت کاروں کو مسجد سے باہر رکھو''۔

7. عدم یکسانیت

ا۔ مسجد میں دخول کے لیے دائیں طرف سے داخل ہونا: **[وکان ابن عمر یبد ا برجله الیمنی فاذاخرج بدا برجله الیسری]**۔ ''اور حضرت ابن عمرؓ دخول کے وقت دائیں پیر سے ابتداء کرتے اور خرج کے وقت بائیں پیر سے ابتداء کرتے''۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ سننے میں یہی ہے کہ جب تم مسجد میں داخل ہو تو پہلے دایا پاؤں رکھو اور جب تم مسجد سے باہر نکلو تو بایاں پاؤں باہر رکھو۔[4]

۲۔ گھروں میں مساجد: گھروں میں مساجد بنانا جائز ہے اس سلسلہ میں یہ تعلیق ہے۔ **[وصلی البراءوبن عازب فی مسجده فی داره جماعة]**۔ ''اور حضرت البراء بن عازب نے اپنے گھر کی مسجد میں جماعت کرائی''۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں یہ حدیث معنیً موجود ہے۔ حضرت ابوسعید الخدریؓ نے کہا: ''جب کوئی بندہ نماز پڑھنے کے لیے مسجد جائے تو گھر کے لیے نماز کا حصہ رکھے، بے شک اللہ گھر کی نماز میں بہتری رکھنے والا ہے''۔[5]

۳۔ کیا زمانہ جاہلیت کی قبروں کو کھودا جائے اور ان کی جگہ مسجدیں بنا دی جائیں؟ اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ جو مشرکین زمانہ جاہلیت میں فوت ہو گئے ان کی قبروں کو کھود کر اس جگہ مسجدوں کو بنانا، جائز ہے۔ ''نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: رب کائنات یہودیوں پر لعنت بھیجے جنہوں نے انبیاء علیہ السلام کی قبور کو مساجد بنالیا''۔ اس تعلیق کی اصل حدیث یہ ہے: ''ام المومنین عائشہؓ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ رب کریم یہود و نصارہ پر لعنت فرمائے جنہوں نے انبیاء علیہ السلام کی قبور کو مسجد بنالیا''۔ اس کے بعد یہ تعلیق ہے: ''اور قبروں پر نماز پڑھنا مکروہ ہے''۔[6]

---

[1] الجن، ۷۲: ۱۸
[2] قشیری، مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاة، باب جواز الصلاة فی النعلین،رقم الحدیث: ۱۲۳۶
[3] مصری، الحاج عباس کرارہ، علامہ، تاریخ حرمین شریفین، مترجم الفلاح بی۔اے،مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور، ۱۴۱۵ھ، ص۱۲۵
[4] سعیدی، غلام رسول ، علامہ، نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری،فرید بک سٹال اردو بازار لاہور، ج۲،ص۱۸۷
[5] سعیدی، غلام رسول ، علامہ، نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری،ج۲،ص۱۷۹
[6] سعیدی، غلام رسول ، علامہ، نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری، ج۲،ص۱۸۷۔۱۸۸

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.02 (2025)

مبحث چہارم: اسلامی معاشرے میں مسجد کا سماجی، دینی اور انتظامی کردار

1. اسلامی معاشرے میں مسجد کا کردار

مسجد اسلامی نظام حیات کا ایک ایسا دھرا ہے جس کے گرد ہی مسلمانوں کی پوری زندگی گردش کرتی ہے اس کے علاوہ کسی اسلامی بستی کا خیال نہیں کیا جاسکتا۔ اسی بناء پر ہی حضور اکرم ﷺ نے مدینہ پہنچتے ہی سب سے پہلے اس کا اہتمام کیا اور خود اپنے ہاتھوں سے اینٹ پھر ڈھو کر اس کی تعمیر فرمائی۔[1]

2. مسجد کی مرکزیت:

مسجد کی مرکزیت کے قیام کے لیے اس کا انتظام بھی ایک ایک مسئلہ رہا ہے۔ تعمیر وانتظام مساجد میں بقول الماوردی افراد اور حکومتیں دونوں دلچسپی لیتی رہی ہیں۔ شاہی مساجد براہ راست خلیفہ یا بادشاہ کے انتظام میں ہوتیں۔ بیت المال سے ان کے اخراجات پورے ہوتے۔ عام مساجد کے انتظام میں اجتماعی انفرادی طور پر معاشرہ شریک ہوتا۔ مسجد کے متعلق ایک واضح حکم یہ بیان کیا گیا کہ یہ وقف میں کسی کی ملکیت نہیں ہو سکتیں۔ صرف انتظامی حد تک ایک آدمی یا چند اشخاص کچھ اختیارات کے مالک ہو سکتے ہیں۔ مسجد کے انتظام میں سب سے اہم شخصیت امام کی ہے جس کی ذات سے مسجدوں کی آبادی اور مساجد کی بہتری وابستہ ہے حدیث میں امام کی یہ صفات بیان ہوئی ہیں۔

۱۔ امام تعلیمی اعتبار سے بلند مقام پر فائز ہو تعلیم سے مراد دینی تعلیم ہے اور دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ وقت کے متداول علوم پر نظر رکھنا بھی ضروری ہے۔

۲۔ صورت اور سیرت کے اعتبار سے بہتر ہو۔

۳۔ لوگوں پر اس کا اثر ہو۔ یعنی اسے معاشرتی مقام حاصل ہو امام کے علاوہ موذن اور خدام وغیرہ بھی مسجد کے نظام کا لازمی جز ہیں۔ مسلمانوں کے نظام تعلیم میں مساجد کے ساتھ ساتھ وقف جائیدادیں ہوتیں تاکہ یہ خود کفیل ہوں۔

ابن خلدون کے مطابق اوقاف کے لحاظ سے سب سے زیادہ نمازیں حصہ ہے۔ وہاں بہت زیادہ اوقاف پائے جاتے ہیں۔[2]

3. ائمہ نماز کا تقرر:

مساجد کی تعمیر کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری تھا کہ مختلف قبائل کے لیے الگ الگ امام مقرر کر دیئے جائیں۔ عموماً عادت شریف یہ جاری تھی کہ جس قبیلے کے لوگ مسلمان ہو جاتے ان میں سے جو بندہ حافظ قرآن ہوتا اسے ہی امام مقرر کر دیا جاتا اور اس شرف میں چھوٹے بڑے غلام آقا سب برابر تھے۔ حضور ﷺ کے تشریف لانے سے پہلے مدینہ میں جو مہاجرین آچکے تھے ان کے امام حضرت ابو حذیفہؓ کے آزاد کردہ غلام سالمؓ تھے۔ جرم کا قبیلہ جب اسلام لایا تو عمر دین سلمہ جرمی اس وقت سات یا آٹھ برس کے کم سن بچہ تھے لیکن چونکہ اپنے قبیلہ میں قرآن کے سب سے بڑے حافظ وہی تھے، اس لیے وہی امام قرار پائے۔

4. مسجد کی خدمت کرنا ایک ثواب کا کام ہے

ابوہریرۃؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک خاتون یا مرد مسجد کی صفائی کیا کرتی یا کرتا (یعنی مسجد نبوی ﷺ میں) ابورافع کی سمجھ کے مطابق وہ خاتون تھی۔ وہی حدیث دہرائی گئی (جو پہلے گزری) کہ آنحضرت ﷺ نے اس کی قبر پر نماز پڑھی۔[3]

5. مسجد کی حیثیت:

---

[1] ابن ہشام، ابومحمد عبدالملک، سیرت النبی□، شیخ غلام علی اینڈ سنز لمیٹڈ پبلیشرز لاہور، ۱۹۹۹ء، ج۱، ص ۲۱۱

[2] خالدعلوی، ڈاکٹر، اسلام کا معاشرتی نظام، طبع فی مطبعۃ المکتبۃ العلمیۃ لاہور، ۱۹۷۸ء، ص۲۶۶

[3] بخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل(م ۲۵۶ھ)، صحیح بخاری، کتاب الصلاۃ، باب کنس المسجد والتقاط الخرق والقذی والعیدان، رقم الحدیث: ۴۵۸

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
Vol.03 No.02 (2025)

مسلمانوں کے ہاں مسجد کی حیثیت وہ نہیں رہی جو دیگر مذاہب کی عبادت گاہوں کی ہے۔اسلامی معاشرے میں مسجد مختلف اعتبارات سے مرکزی حیثیت کی حامل رہی ہے اور اس کی اس حیثیت میں مندرجہ ذیل چیزیں خصوصی طور پر قابل ذکر ہیں۔

۱۔ مذہبی مرکز ۲۔ تربیتی مرکز ۳۔ تعلیمی مرکز
۴۔ ادبی مرکزی ۵۔ سیاسی مرکز ۶۔ عدالتی مرکز
۷۔ سفارتی مرکز ۸۔ عسکری مرکز ۹۔ مسجد اور خواتین

ان تمام امور میں مسجد کو بنیادی حیثیت حاصل رہی ہے اور اس کی دو وجوہات ہیں۔

۱۔مسلمانوں کے رہنما اول پیغمبر انسانیت چونکہ زندگی کے جملہ پہلوؤں میں واجب الاتباع ہیں اور آپ نے اپنے طرز زندگی میں مسجد کو مرکزی حیثیت دے رکھی تھی اور آپ کے ہر کام میں مسجد کا عمل دخل صاف دکھائی دیتا ہے۔اس لیے مسجد کے ساتھ آپ کی گہری وابستگی نے مسلمانوں کی زندگی کے پورے ماحول کو مسجد سے وابستہ کر دیا۔

۲۔دوسری وجہ اسلام کی انتظامی انفرادیت ہے اسلام پوری زندگی کو اللہ اور رسول ﷺ کی رضائے کے مطابق ڈھالنے کا نام ہے۔ یہاں مراسم عبوریت علیحدہ اور مستقل وجوہ کی حیثیت سے نہیں چلتے بلکہ انہیں زندگی کے جملہ پہلوؤں کے ساتھ گہرا ربط ہے۔

۱۔مذہبی مرکز: مسجد ایک مذہبی مرکز ہے۔ مسلمانوں کے روزانہ پانچ مرتبہ نماز اور ہفتہ میں ایک دفعہ جمعہ کے لیے مسجد مرکز عبادت ہے۔ایک دفعہ آنحضرت ﷺ نے ایک تمثیل میں صحابہؓ سے فرمایا کہ اگر کسی شخص کے گھر کے سامنے صاف وشفاف نہر بہتی ہو جس میں وہ دن میں پانچ مرتبہ نہاتا ہو تو کیا اس کے جسم پر گندگی رہ سکتی ہے؟ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ نہیں یا نبی کریم ﷺ! حضور ﷺ نے فرمایا: نماز گناہوں کو ایسے دھو دیتی ہے جیسے پانی گندگی کو "[1] آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: [عَنْ أَبِي أُمَامَةَ، أَنّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ:" مَنْ خَرَجَ مِنْ بَيْتِهِ مُتَطَهِّرًا إِلَى صَلَاةٍ مَكْتُوبَةٍ فَأَجْرُهُ كَأَجْرِ الْحَاجِّ الْمُحْرِمِ، وَمَنْ خَرَجَ إِلَى تَسْبِيحِ الضُّحَى لَا يَنْصِبُهُ إِلَّا إِيَّاهُ فَأَجْرُهُ كَأَجْرِ الْمُعْتَمِرِ، وَصَلَاةٌ عَلَى أَثَرِ صَلَاةٍ لَا لَغْوَ بَيْنَهُمَا كِتَابٌ فِي عِلِّيِّينَ] [2] "حضرت ابوامامہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جو اپنے گھر سے وضو کر کے فرض نماز کے لیے نکلے، تو اس کا ثواب احرام باندھنے والے حاجی کے ثواب کی طرح ہے، اور جو چاشت کی نماز کے لیے نکلے اور اسی کی خاطر تکلیف برداشت کرتا ہو تو اس کا ثواب عمرہ کرنے والے کے ثواب کی طرح ہے، اور ایک نماز سے لے کر دوسری نماز کے بیچ میں کوئی لغو کام نہ ہو تو وہ علیین میں لکھی جاتی ہے"۔

۲۔تربیتی مرکز: مسجد ایک تربیتی مرکز کی بھی حیثیت رکھتی ہے کیونکہ یہاں پر آکر انسان میں تنظیم، مساوات ہمدردی پیدا ہوتی ہے اور وہ پیش آمدہ جزئی مسائل باہم مل جل کر حل کر لیتے ہیں۔ اسلام پوری زندگی کو اخلاق کے معیار پر قائم رکھنا چاہتا ہے۔ یہاں جملہ اعمال کی بنیاد اخلاق ہے اور مسجد چونکہ دین واخلاق کا نشان ہے اس لیے اسے مرکز بنا دینے کے معنی یہ ہیں کہ پوری زندگی اخلاقی رنگ میں رنگی جا چکی ہے۔ گو سیاسی زوال اور اخلاقی احساس کی کمی کے باعث مسجد کی یہ حیثیت اب برقرار نہیں رہی لیکن قرن اول میں یہ بہت نمایاں تھی۔ مسجد ایسی جگہ ہے جہاں انسان سب سے اہم فریضہ نماز ادا کرتا ہے جس کے اثرات ومقاصد سے انسان کی تربیت ہوتی ہے۔مسجد اس لحاظ سے تربیتی مرکز ہے کیونکہ یہاں نماز ادا کی جاتی ہے۔اسی وجہ سے انسان میں یہ اثرات بیدار ہو جاتے ہیں۔

۱۔اسلام میں نماز باجماعت مسلمانوں کی زندگی کی عملی مثال ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے اسی عملی مثال کو عربوں کے سامنے پیش کر کے ان کی زندگی کا خاکہ کھینچا۔اور بتایا کہ مسلمانوں کا یہ صف بہ صف کھڑا ہونا، ایک دوسرے سے شانہ سے شانہ ملانا اور یکساں حرکت و جنبش کرنا، ان کی قومی زندگی کی مستحکم و مضبوط دیوار کا مسالہ ہے۔جماعت کے فضائل کے متعلق مشہور حدیث ہے۔[عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، أَنّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:" صَلَاةُ الْجَمَاعَةِ تَفْضُلُ صَلَاةَ الْفَذِّ بِسَبْعٍ وَعِشْرِينَ دَرَجَةً"] [3] "ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جماعت کے ساتھ نماز اکیلے نماز پڑھنے سے ستائیس درجہ زیادہ فضیلت رکھتی ہے"۔

۲۔جس طرح نماز کی درستی اس صف اور نظام جماعت کی درستی پر موقوف ہے اسی طرح پوری قوم کی زندگی اسی باہمی تعاون، تجامن، مشارکت، میل جول اور باہمی ہمدردی پر موقوف ہے۔اسی لیے آنحضور ﷺ صفوں کی درستی پر بہت زور دیتے تھے۔

[1] خطیب عمری، ولی الدین، محمد بن عبداللہ، مشکوٰۃ شریف، دینی کتب خانہ اردو بازار لاہور، کتاب الصلوٰۃ، ج۱،ص۱۴۱
[2] ابوداؤد، سلیمان بن اشعث، سنن ابو داؤد، کتاب الصلاۃ، باب ماجاء فی فضل المشی إلی الصلاۃ،رقم الحدیث: ۵۵۸
[3] بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب الاذآن، باب فضل صلوٰۃالجماعۃ، رقم الحدیث: ۶۴۵

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.02 (2025)

۳۔ نماز ایسا فرئضہ ہے جس کے بارے عہدہ برآ ہونے کے لیے انسان میں استعلال، موا بحبت اور مداوت شرط ہے اس لیے انسان میں اس اخلاقی خوبی کے پیدا کرنے کا ذریعہ نماز سے بڑھ کر کوئی اور چیز نہیں ہو سکتی۔

۴۔ نماز کی وجہ سے انسان کا کردار مفید مضبوط ہوتا ہے۔

۵۔ عادات واخلاق استوار ہوتے ہیں۔

۳۔ تعلیمی مرکز: کسی معاشرہ کے اجتماعی شعور اور انفرادی شخص کے ارتقاء کا دارومدار اس کے نصاب تعلیم اور نظم تعلیم پر منحصر ہے۔ جس قسم کا ماحول اس معاشرہ کے مکاتب ومدارس کا ہوا وہی ماحول پوری معاشرت میں رواج پائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے اپنے تعلیمی نظام اور درس گاہوں کی عظمت پر بہت زور دیا ہے پڑھنے پڑھانے کی فضیلت واہمیت کیا ہو گی کہ آپ ﷺ پر غار حرا میں سب سے پہلے جو وحی نازل ہوئی وہ یہ تھی۔ ﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ۱ ۝ خلق الانسان من علق۲ ۝ اقراء وربک الاکرم۳ ۝ الذی علم بالقلم۴ ۝ علم الانسان ما لم یعلم۵ ۝﴾[1] حضور ﷺ کو یہ دعا بھی سکھادی گئی۔ ﴿رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا﴾[2] ''اے میرے اللہ میرے علم میں اضافہ کر''۔ اور اس دعا کو آپ ﷺ نے ہمیشہ معمول بنائے رکھا آپ ﷺ کا فرمان ہے: [تعلم والقرآن وعلموه][3] ''قرآن سیکھو اسے دوسروں کو تعلیم دو''۔ حضور ﷺ نے اس سب سے افضل کام کا سب سے افضل مقام (یعنی مسجد ہی) سے آغاز فرمایا۔ مسجد نبوی ﷺ میں سب سے پہلا مدرسہ ایک چبوترہ بنوا کر جاری فرمایا۔ اس مدرسہ میں تعلیم حاصل کرنے والوں کو اصحاب صفہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

۴۔ ادبی مرکز: مساجد میں ادبی تحقیق کا کام بھی ہوا کرتا تھا کوفہ کی مسجد میں کمیت میں زہد وحماد الراویہ عموماً ایک ادبی حلقہ منعقد کیا کرتے تھے جہاں یہ دونوں شاعر ادبی مسائل پر بحث کیا کرتے تھے سعید بن المسیب مدینہ کی مسجد میں عربی شاعری پر بحث کیا کرتے تھے اور مسلم بن الولید اکثر مسجد بصرہ میں حلقہ قائم کر کے اپنا کلام سنایا کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے بھی اچھے اشعار پڑھنے کی اجازت دی لیکن ایسے اشعار جن میں نحو باتیں اور جھوٹ ہو سختی سے منع فرمایا کیونکہ مسجد رب کریم کی عبادت گاہ ہے۔ وہاں غلط اور جھوٹ و نحو باتیں کرنا ناجائز ہے۔ ایسے اشعار جن میں اچھی باتوں کا ذکر ہو یا آپ ﷺ کی تعریف ہو۔ ان اشعار کے پڑھنے کی اجازت ہے۔

۵۔ سیاسی مرکز: مسجد نبوی ﷺ کو آج کی سیاسی زبان میں جدید دور کے ایوان پارلیمانی کی بھی حیثیت حاصل تھی اور تمام مسلمان اس کے رکن تھے۔ ہر فرد کو آزادی رائے کا حق حاصل تھا اس پارلیمان کا ہر روز پانچ مرتبہ اجلاس ہوتا اور عوام کا انتظامیہ کے ساتھ مسلسل رابطہ قائم رہتا۔ سربراہ مملکت سے ملاقات اور گفتہ گو پر مستحق کے لیے ممکن تھی۔ مزید برآں ہفتہ وار اجلاس بھی ہو ضرورت پڑنے پر غیر معمولی اجلاس بھی منعقد ہوتے۔ اس مقصد کے لیے بے وقت اذان دی جاتی تو سارے لوگ بھاگتے آئے اور تحیہ المسجد سے فارغ ہو کر بارہ گاہ نبوی ﷺ میں حاضری دے کر حالات پیش آورہ سے آگاہ ہوتے ہر قبیلہ کے نمائندے کو بالخصوص تائید یا اختلاف رائے کی پوری آزادی حاصل تھی۔[4] لیکن افسوس کہ ہم نے اس نظام پر عمل ترک کر دیا ہے جو اس سے فائدے تھے ہم اس سے محروم ہیں عہد رسالت اور عہد صحابہ کی تاریخ دیکھیں اس نظام کو کس قدر مقبولیت حاصل تھی۔

۶۔ عدالتی مرکز: شریعت نے مسجد میں مسلمانوں کے باہمی نزاع کے فیصلہ کرنے کی اجازت دی ہے۔ اجازت ایسے ہی ہے جیسے کوئی مسئلہ پوچھے تو اس کا جواب دیا جائے۔ اس کی شرط یہی ہے کہ اس سے نمازیوں کا نقصان نہ ہو اور احترام مسجد کا پورا پورا لحاظ ہے۔ آنحضور ﷺ نے اپنے زمانہ میں مسجد میں فیصلہ فرمایا استفتاء کا آپ نے جواب بھی دیا حتیٰ کہ دینی یا وہ دنیوی امور جن کا تعلق مفاد عامہ سے تھا ان کے لیے مسجد میں مجلس شوریٰ بلائی اور مجلس میں برابر احکام بیان کیے ہیں۔ انہی امور کو سامنے رکھ کر فقہاء نے لکھا ہے۔ **القضاءعبادة فيجوز اقامتها فی المسجدكاالصلوٰة**-[5] ''قضاء عبادت ہے لہٰذا یہ مسجد میں جائز ہے جیسے نماز''۔

۷۔ سفارتی مرکز: یہ ایک تاریخی بات ہے حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں یہود و نصاریٰ مسجد میں اتر کر آپ ﷺ سے ملتے۔ حافظ ابن قیمؒ لکھتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ثقیف کا خود مسجد میں بھیجا اور ان کے ایک خیمہ لگایا تا کہ وہ قرآن مجید سنیں اور مسلمانوں کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھیں۔ اس واقعہ کو ثمامہ بن اثال نقل کرتے ہیں: **ومنها جواز انزل المشرک فی المسجد**۔ اس واقعہ سے کافر و مشرک کو مسجد سے اترنا جائز ثابت ہے۔ شاہ عبدالعزیز لکھتے ہیں: ''امام اعظم فرماتے ہیں کہ مسجد میں کفر و مشرک کا دونوں جائزہ ہے کیونکہ آنحضور ﷺ اپنی خوشحالی کے زمانے میں مسلمانوں کو مسجد میں بھیجتے تھے خواہ وہ کافر تھے۔ جس طرح وفد ثقیف اور دوسرے وفود جب مسجد میں

---

[1] العلق، ۹۶: ۱۔۵
[2] طہٰ، ۲۰: ۱۱۴
[3] خطیب عمری، مشکوٰۃ المصابیح، کتاب العلم، ج ۱، ص ۷۴
[4] قادری، سید شمیم حسین، اسلامی ریاست، ص ۳۱
[5] مرغینانی، برہان الدین ابوالحسن علی بن ابی بکر، الہدایۃ، مکتبہ شرکۃ علمیۃ، بیرون بوہڑ گیٹ ملتان، ۱۹۹۵ء، ص ۵۷

ٹھہرتے تو یہ بھی نزول سے ثابت ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ان کی ملاقات یہود و نصاریٰ اور مشرکین کے درمیان ہوتی اور ثمامہ اثالؓ کی حالت کفر میں مسجد کے ستون سے بندھوایا گیا تھا جس کا کوئی نسخ وارد نہیں ہے''۔[1]

۸۔ عسکری مرکز: مسجد نبوی ﷺ سے ہی افواج و عساکر اسلامیہ کو مہموں پر روانہ کرنے کے احکامات نافذ کیے جاتے تھے یہیں میدان جنگ کے لیے جھنڈے تیار ہوتے جنگ کے متعلق جملہ امور کے مشورے بھی اسی مسجد میں ہوتے تھے۔ کہیں معاہدے اور صلح نامے تحریر ہوتے تھے اور مسجد کے اندر بیٹھ کر ہی بادشاہوں سے مراسلت بھی ہوتی تھی۔ توقیعات و خرامین کی خدمت پر حضرت زید بن ثابتؓ اور ان کے بعد حضرت امیر معاویہؓ مامور تھے۔ آپ نے سلاطین و ملوک کو جو خطوط روانہ فرمائے غیر قوموں کے ساتھ جو معاہدے کئے گئے مسلمان قبائل کو جو احکام بھیجے گئے عمال محصلین کو جو تحریری فرامین عنایت کئے۔ یہ سب کام اس مسجد میں سرانجام پاتے رہے۔[2]

۹۔ مسجد اور خواتین: بلاشبہ ابتدائے اسلام میں آنحضور ﷺ نے خواتین کو مسجد میں آنے اور جانے کی اجازت دی تھی اور عہد نبوی میں وہ مسجد میں باجماعت نماز ادا کرتی تھیں۔ عید کے موقع پر انہیں عید گاہ کی طرف جانے کا کہا گیا اور وہ بھی اس قاعدے کے ساتھ کہ کسی کو پاک و ناپاک کی طرف سے روکا نہ جائے۔

دور نبوی ﷺ میں خواتین کی تعلیم کا علیحدہ بندوبست تھا۔ آپ نے عورتوں کے لیے الگ وقت مقرر کر رکھا تھا۔ حدیث میں آتا ہے کہ عورتوں نے کہا کہ آپ ﷺ مردوں نے ہماری نسبت زیادہ حصہ لیا ہے۔ آپ ہمارے لیے ایک دن مقرر فرمائیں تو آپ نے ایک دن کا وعدہ فرمایا۔ **لقيهن فيه فواعظهن وامرهن لصدقة** خواتین کی خصوصی مجالس کا انعقاد بھی ہوتا رہتا۔[3] حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ [وَقَالَتْ عَائِشَةُ نِعْمَ النِّسَاءُ نِسَاءُ الأَنْصَارِ لَمْ يَمْنَعْهُنَّ الْحَيَاءُ أَنْ يَتَفَقَّهْنَ فِي الدِّينِ] [4] ''یعنی انصاری عورتوں کو دین سمجھنے میں حیاء مانع نہیں ہوتا''۔ حدیث میں ہے: [عَنْ نَافِعٍ، "أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ كَانَ يَنْهى أَنْ يُدْخَلَ مِنْ بَابِ النِّسَاءِ."] [5] ''نافع روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ مرد حضرات کو باب النساء میں ہو کر جانے سے منع کرتے تھے (کیونکہ وہ دروازہ عورتوں کے لیے محفوظ تھا)''۔

حاصل کلام

مساجد زمین کا بہترین حصہ ہیں۔ یہ مساجد اسلام اور مسلمانوں کا مرکز ہیں اور مسجد اللہ کا وہ گھر ہے جہاں مسلمان دن اور رات میں کم از کم پانچ بار جمع ہوتے ہیں۔ مسجد ایک ایسی جگہ ہے جہاں مختلف برادریوں کے لوگ ایک صف میں کھڑے ہو کر ایک ہی قبلے کی طرف منہ کر کے اپنے دلوں کو سکون بخشنے کے لیے اہم ترین فریضہ ادا کرتے ہیں۔ مساجد روز اول سے ہی ترقی و رہنمائی، تبلیغ اسلام اور قومی جدوجہد کا مرکز رہی ہیں۔ یہاں سے اسلام کا پیغام پوری دنیا تک پہنچایا جاتا ہے۔ یہ امت مسلمہ کی فکری، ثقافتی اور روحانی طاقت کا سرچشمہ ہے۔ ماضی میں بھی امت محمدیہ نے اس سے اسلامی اسباق سیکھے اور مستقبل میں بھی مساجد عظیم ترین تعلیمی اور ثقافتی مراکز رہیں گی۔ (انشاء اللہ) لیکن بدقسمتی سے امت مسلمہ کے قومی زوال سے مساجد بھی متاثر ہوئی ہیں۔ مسجد اپنے شرعی مقاصد اور روح سے خالی ہوتی جا رہی ہے۔ جاہلوں کی اجارہ داری، دنیاوی جاہ و جلال اور ٹھٹھہ کے پجاریوں کی وجہ سے مساجد کا ماحول بنجر، خوفناک اور خستہ حال ہوتا جا رہا ہے۔ اس سے ملت اسلامیہ کی ترغیب و ترہیب اور ترقی پر برا اثر ہو رہا ہے۔ مساجد کی اصل حیثیت کو بحال کرنا ضروری ہے۔

سفارشات

اصلاحِ معاشرہ میں مساجد کے کردار کو بہت اہمیت حاصل ہے اور ان پر عمل کر کے ایک مثالی اسلامی معاشرہ تشکیل دیا جا سکتا ہے۔ مسجد اصلاحِ معاشرہ میں ایک مرکزی کردار ادا کرتی ہے۔ اسلامی تعلیمات کے تناظر میں درج ذیل سفارشات پیش کی جاتی ہیں:

* علمی و تحقیقی نشستوں اور سیمینارز کا انعقاد کیا جائے تاکہ سماجی مسائل کا حل اسلامی نقطۂ نظر سے تلاش کیا جا سکے۔
* مساجد کے ذریعے اصلاحی پیغامات کو سوشل میڈیا، ویب سائٹس اور دیگر ذرائع سے عام کیا جائے۔
* مساجد میں دینی و عصری تعلیم کے لیے مکاتب قائم کیے جائیں۔
* مساجد میں غیر اخلاقی اور غیر اسلامی رویوں کے خلاف شعور اجاگر کرنے کے لیے خطباتِ جمعہ اور دیگر مواقع پر گفتگو کی جائے۔
* مساجد میں نماز کے ساتھ ساتھ اخلاقی و سماجی اصلاح کے موضوعات پر دروسِ قرآن و حدیث کا اہتمام کیا جائے۔
* نوجوانوں کی اصلاح اور تربیت کے لیے دلچسپ اور مؤثر پروگرامز منعقد کیے جائیں تاکہ وہ گمراہی سے بچ سکیں۔

[1] ظفیر الدین، مولانا، اسلام کا نظام مساجد، ص۱۹۶
[2] قادری، سید شمیم حسین، اسلامی ریاست، ص۳۶
[3] سیالوی، محمد سلیم ، سیرت رسول □ اور ملت اسلامیہ کے موجودہ مسائل، دینی کتب خانہ اردو بازار لاہور، ص۲۵۹
[4] بخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل (م ۲۵۶ھ)،صحیح بخاری، کتاب العلم،باب الحیاء فی العلم، رقم الحدیث: ۱۳۰
[5] ابوداؤد، سلیمان بن اشعث،سنن ابی داؤد، کتاب الصلاۃ،باب فی اعتزال النساء فی المساجد عن الرجال، رقم الحدیث: ۴۶۴